اقبال اور نیطشے

محمد شمس الدین صدیقی

اقبال کے نقادوں اور شارحوں نے فکر اقبال پر نیطشے کے اثرات دکھانے میں بالعموم یا تو افراط سے کام لیا ہے یا تفریط سے۔ ایک طرف تو وہ لوگ ہیں جو اقبال کے تصور خودی اور تصور مومن کو بیشتر نیطشے کے خیالات سے ماخوذ بتاتے ہیں، دوسری طرف وہ ہیں جو نیطشے کے اثر سے یکسر منکر ہیں۔ حقیقت دونوں کے بین بین ہے۔ جب اقبال ۱۹۰۵ء میں انگلستان گئے تو نیطشے کو فوت ہوئے پانچ سال گزر چکے تھے، لیکن اس جرمن فلسفی کے افکار سے سارے یورپ میں تہلکہ مچا ہوا تھا۔ اقبال نے اس کی تحریریں غور سے پڑھیں اور ان میں اسلامی تعلیمات کی بازگشت محسوس کی مثلاً نیطشے نے مسیحیت کے خلاف جو بحثیں کی تھیں، ان میں اور ایک حد تک اس کے برتر انسان کے کردار میں اقبال کو اسلامی تعلیمات کی جھلکیاں نظر آئیں۔ غالباً یہ کہنا درست ہوگا کہ نیطشے کے مطالعے نے اقبال کی اس سوچ بچار کے لئے مہمیز کا کام دیا جو اُن دنوں وہ مسلمانوں کے زوال کے بارے میں کہہ رہے تھے، انھوں نے اپنے افکار کو نئے سرے سے ترتیب دیا اور ان پر اپنی زندگی کے لئے ایک نئے نصب العین کا انکشاف ہوا۔ اس کے اور محرکات بھی تھے لیکن منجملہ ان محرکات کے نیطشے کی تحریریں بھی تھیں۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انھوں نے اپنا فلسفہ نیطشے کے فلسفے سے مستعار لیا۔ نیطشے نے البتہ ان کی آنکھیں کھول دیں کہ انھیں اسلامی مذہبی فکر کی نئی تعبیر و تشکیل کی شدید ضرورت نظر آنے لگی۔ اقبال کو یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ مادہ پرست یورپ کی تاریک کافرانہ فضا میں نیطشے نے اسلامی تعلیمات کے ایک خاص پہلو کی شعاعیں بکھیر دی تھیں، اسی لئے اقبال نے نیطشے کے دل کو مومن قرار دیا، لیکن چونکہ نیطشے خدا کے وجود کا منکر تھا، اس لئے اس کے دماغ کو اقبال نے کافر ٹھہرایا۔ نیطشے کے بارے میں ان کا مشہور قول ہے:۔

''قلبِ او مومن دماغش کافراست

وقت کی تنگی اس امر میں مانع ہے کہ نیطشے کی تعلیمات کی تفصیل اور اسلام سے ان کی جزوی مشابہت پر شرح و بسط کے ساتھ کچھ کہا جائے۔ یہاں صرف اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ نیطشے کے

خیالات اور اقبال کے خیالات میں جو مماثلتیں اور مشابہتیں ملتی ہیں وہ دراصل نیطشے اور اسلام کی تعلیمات کی مشابہتیں اور مماثلتیں ہیں، اور ان کے لئے اقبال نیطشے کے مرہون احسان نہیں ہیں بلکہ کلام اللہ اور مولانا رومی کی تعبیرِ قرآن کے رہین منت ہیں۔ مثال کے طور پر آیئے اقبال کے مومن اور نیطشے کے انسان برتر کا موازنہ کو دیکھیں، دونوں کی مشابہتیں اور اختلافات اپنے آپ ظاہر ہو جائیں گے۔

نیطشے کے خیال میں اخلاق کی اساس ہے طاقت نہ کہ شفقت و کرم۔ اصل کسوٹی حیاتیاتی ہے، چنانچہ ہمیں چاہئے کہ اشیا کے حسن و قبح کا فیصلہ زندگی کے سلسلے میں ان کی قدر و قیمت کی رو سے کریں۔ ضرورت ہے کہ تمام مروجہ اقدار کو نئے سرے سے مرتب کیا جائے۔ آدمی کی آزمائش اس کی توانائی، صلاحیت اور طاقت کے ذریعے ہوتی ہے۔ انسان کی کوششوں کا مقصود سب کو اونچا اٹھانا نہیں ہونا چاہئے بلکہ بہتر اور قوی تر افراد کا ارتقا۔ نیطشے کے الفاظ یہ ہیں: ''بنی نوع انسان نہیں بلکہ انسان برتر مطمح نظر ہے''۔ شروع شروع میں تو نیطشے کا انداز اس بارے میں ایسا تھا گویا کہ وہ ایک نئی نوع تخلیق کا متوقع ہے لیکن آگے چل کر اس نے اپنے انسان برتر کو نئی نوع کی بجائے ایک ایسا اعلیٰ فرد قرار دیا جو کہ معمولی اوسط درجے کے لوگوں کے انبوہ میں سے نمودار ہوتا ہے اور اپنے وجود کے لئے محتاط پرورش اور صحیح غور و پرداخت اور تربیت کا متقاضی ہے نہ کہ فطری انتخاب کے اتفاقات کا نتیجہ۔ انسانی انتخاب، نسلی پیش بینی، اور جوہر شرافت پیدا کرنے والی تعلیم و تربیت کے ذریعے انسان برتر اپنا وجود قائم رکھتا ہے۔ نیطشے کہتا ہے کہ بہترین افراد کو بہترین افراد ہی کے ساتھ شادی کرنی چاہئے کیونکہ شادی کا مقصد محض نسل کشی نہیں بلکہ ارتقا ہے۔ عمدہ نسل اور اچھی پیدائش کے بعد انسان برتر بننے کے لئے ایک سخت مقام تربیت درکار ہوگا جہاں آرائشیں کم سے کم اور ذمہ داریاں زیادہ سے زیادہ ہوں گی، جہاں اعلیٰ درجے کی قابلیت مطلوب ہوگی، جہاں اخلاقی تصورات کی رکاوٹیں نہ ہوں گی، جہاں عزم و ارادہ کی تپسیا کے باوجود طبعی و جسمانی مطالبات کو مردود قرار نہیں دیا جائے گا۔ اس طرح زائیدہ تربیت یافتہ آدمی یعنی برتر آدمی خیر و شر سے ماورا ہوگا۔ اسے جبر و تعدی کرنے میں کوئی تأمل نہ ہوگا، اگر اس کے مقاصد کے لئے اس کی ضرورت پڑے، وہ نیک نہیں بلکہ بے خوف ہوگا۔ نیطشے کے الفاظ یہ ہیں: ''خیر کیا ہے؟ ہر وہ چیز خیر ہے جو آدمی میں طاقت کا احساس اپنے عزم للقوۃ اور خود طاقت میں اضافے کی باعث ہو۔ اور شر کیا ہے؟ کمزوری سے مشتق ہر چیز ہے''۔ نیطشے کے انسان برتر کا امتیازی خاصہ ہوگا، خطر پسندی و کشمکش، دوستی، توانائی، ذہانت، بے خوفی، جاہ و جلال، یہ چیزیں ہیں جو انسان برتر بناتی ہیں لیکن یہ صفات ہم آہنگ ہونی چاہئیں۔ اپنے نفس کی تنظیم بہت ضروری چیز ہے۔ نیطشے کے الفاظ ہیں: ''وہ شخص جو

ماننہ الناس ہی کا ایک معمولی فرد رہنا نہیں چاہتا اس پر فرض ہے کہ اپنے آپ نرمی نہ کرے''۔ کوئی ایسا مقصد رکھنا جس کی خاطر آدمی نہ صرف اوروں پر بلکہ خود اپنے آپ پر سختی کرے، جس کی خاطر ہر چیز کرنے کو تیار ہو، یہ ہے انسان برتر کے نسخے کا آخری جزو۔ مختصر یہ کہ نیطشے کے انسان برتر میں یہ خصوصیات وصفات پائی جاتی ہیں:

اعلیٰ مقاصد کے لئے اخلاقی پابندیوں سے آزادی، عملی، تحقیقی عظمت، اس ارضی زندگی کو ہی اعلیٰ زندگی کے طور پر قبول کرنا، اسے ہولناک مگر اچھی سمجھنا، ہر اس چیز کو روک دینا جو عظمت وقوت کے راستے میں حائل ہو، گناہ، دوزخ، موت اور ضمیر کے خوف سے آزادی، جسمانی تندرستی، سخت دلی، جباری وقہاری، خطر پسندی، عزم بلند، خود پسندی وغیرہ۔

نیطشے کے خیال میں نپولین انسان برتر کے تصور سے بڑی مطابقت رکھتا تھا، نہ محض اس لئے کہ اس کی عسکری فتوحات شاندار تھیں بلکہ اس لئے کہ وہ ایک ایسے آدمی کا نمونہ تھا جو اپنی کمزوریوں کے باوجود اپنی چھوٹی چھوٹی قومتیوں اور جدید قومی مملکتوں سے ارفع ہو گیا اور اس نے ایک متحدہ یورپ اور ایک نئے یورپی تمدن کے خواب کو روبہ عمل لانے کی کوشش کی۔ اسی طرح نیطشے کے نزدیک جولیس سیزر بھی انسان برتر تھا کیونکہ وہ نہ صرف ایک طاقتور حکمران تھا بلکہ ایک ایسے جذباتی آدمی کا نمونہ بھی تھا جس نے اپنے جذبات پر قابو پایا اور تکمیل ذات اور ضبط نفس کا مجسمہ بنا۔ نیطشے نے انسانی خودی پر زور دیتے ہوئے تکمیل ذات، حصول ذات، ضبط نفس، خودنمائی، خود بینی وغیرہ کا پرچار کیا ہے لیکن عام ذہنوں کو جھجھوڑنے اور اشتعال دلانے کی خاطر وہ ان سب باتوں کو ''خودغرضی'' کے لفظ سے ادا کرتا ہے۔ حالانکہ 'خودغرضی' سے اس کی مراد وہ نہیں ہے جو اس لفظ کے مروجہ مفہوم میں پوشیدہ ہے۔ اسی طرح وہ اس ارضی زندگی کو قبول کرنے کے مفہوم کو عمداً لفظ تعیش سے ادا کرتا ہے۔ ہمیں ان الفاظ سے گمراہ نہیں ہو جانا چاہئے۔

نیطشے کے برتر انسان کی تصویر دیکھ لینے کے بعد آیئے اب اقبال کے مرد مومن پر ایک نظر ڈالیں اور دونوں کی مشابہتوں اور اختلافات کا مطالعہ کریں۔ اقبال کا مومن ایسا آدمی ہے جو توحید کا دل و جان سے قائل ہے، وہ اپنے مادی و تمدنی ماحول سے فعال ربط کے ذریعے اپنی تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو نشو ونما دیتا ہے اور اپنی انفرادیت کو مستحکم کرتا ہے۔ یہ مضبوط مرتکز انفرادیت جو عملی تجربے کی زندگی سے تیز اور کڑی ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کی خدمت کے لئے وقف ہوتی ہے اور اس کا حامل اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے اسی کے نام پر دنیا کو فتح کرنے، کائنات کو تسخیر کرنے کے لئے نکل کھڑا ہوتا ہے۔ اس میں اتنی مضبوطیِ کردار ہوتی ہے کہ وہ ان تمام ترغیبات کا کامیابی سے مقابلہ کرتا ہے جو آدمی کی

اخلاقی سیرت کو کمزور کر دیتی ہیں۔ اس کی خودداری اسے دوسروں کے حقوق اور ان کی شخصیت کا احترام کرنے میں مانع نہیں آتی بلکہ بنی نوع انسان کے ساتھ اس میں جو انسانیت کی قدر مشترک ہے، اس کا پورا احساس دلاتی ہے۔ اپنے اعلیٰ مقاصد کے حصول میں وہ راستے کے موانعات اور مزاحمتوں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ وہ خیر اور شر کے دائرے سے ماورا نہیں رہتا بلکہ قوانین و احکام الٰہی کی پابندی کرتا ہے۔ راستی وصداقت کی راہ میں جو چیز اور جو کوئی روڑا بن کر آئے وہ اسے بے تکلف ہٹا دیتا ہے، مٹا دیتا ہے اور اس بارے میں اپنی پوری طاقت استعمال کرنے سے نہیں جھجکتا، لیکن شر کے خلاف اس درشتی اور سختی کے باوجود وہ ان سب کے ساتھ ہمدردانہ، مشفقانہ اور رحم دلانہ برتاؤ کرتا ہے جو ہمدردی، شفقت، رحم اور ترس کے مستحق ہوں۔ مردِ مومن سلطان اور ولی کا ایک خوشگوار امتزاج ہے، درویش بھی ہے اور حاکم بھی۔ وہ بایزید بسطامی اور صلاح الدین ایوبی دونوں کا مرکب ہے۔ وہ اس دنیا میں خدا کا حقیقی نائب ہے۔ وہ اپنے آپ کو خدا کے آگے جواب دہ جانتا ہے اور اپنے آپ کو قانون ساز و قانون مجسم نہیں سمجھتا۔ اقبال کہتے ہیں:

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ — غالب و کار آفریں، کارکشا کارساز
خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات — ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل — اس کی ادا دلفریب، اس کی نگہ دلنواز
نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو — رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاک باز

ایک اور مقام پر وہ مومن کی یہ خصوصیات بتاتے ہیں:

پیش باطل تیغ و پیش حق سپر — امر و نہیِ او، عیار خیر و شر
عفو و عدل و بذل و احسانش عظیم — ہم بہ قہر اندر مزاج او کریم

اس سلسلے میں یہ شعر بھی زبان زدِ عام وخاص ہیں:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم — رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن، نئی شان — گفتار میں، کردار میں، اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت — یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

غرض کہاں تک اشعار نقل کیے جائیں، اقبال کے اردو اور فارسی کلام میں جس مردِ مومن، مردِ مسلمان کا ذکر بار بار آتا ہے وہ انہی خصوصیات کا جامع ہے جن کا ذکر ابھی ہوا۔ مختصراً یہ کہا جاسکتا

ہے کہ اقبال کے نزدیک مثالی مومن یا انسان کامل پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک ہے۔ اور جو فرق پیغمبر اسلام اور نپولین و سیزر میں ہے، وہی فرق اقبال کے تصور مومن اور نیطشے کے تصور انسان برتر میں ہے۔ اور یہ تو ہر منصف مزاج اور عقل سلیم والا تسلیم کرے گا کہ یہ فرق بہت بڑا ہے۔ کیا بہ لحاظ کیفیت، کیا بہ لحاظ کمیت اور کیا بہ لحاظ مرتبت۔

چونکہ نیطشے کے تصور خودی اور اقبال کے تصور خودی میں فرق ہے اس لئے اس خودی کے بہترین مظہر دونوں کے نزدیک مختلف ہیں۔ نیطشے کا برتر انسان کم وبیش جابر، متشدد، بے ضمیر، عزم القوۃ کا پتلا ہے، جو کسی کے آگے جواب دہ نہیں، جو اخلاقی و معاشرتی قدروں سے ماورا ہے، جو سماجی عدل و مساوات کے قوانین کو نہیں مانتا، جو خود آپ اپنا قانون ہے۔ برخلاف اس کے اقبال کا مومن بنیادی طور پر توحید پرست ہے اور آدمی کی، بحیثیت آدمی کے، عزت کرتا ہے، چنانچہ اسی لئے ہمدرد، مشفق، رحم دل اور دوست ہے۔ نیطشے کی فکر میں تعمیری سے زیادہ تخریبی عناصر ہیں۔ اس کا انفرادی آزادی کا تصور اس قدر قوی اور غالب ہے کہ فرد کا معاشرے اور کائنات سے رشتہ بہت ہی مبہم و غیر معین ہو گیا ہے۔ اس کے حاسۂ قوت نے حاسۂ اخلاقی و حاسۂ جمال کو بالکل دبا کر رکھ دیا ہے۔ خدا کا انکار اور انسانیت عامہ کا استرداد نیطشے کو فرد پر اس قدر زور دینے اور انسان برتر کا ایسا غیر سماجی تصور پیش کرنے پر مائل کرتا ہے۔ وہ 'لا' کی منزل ہی میں کھو کر رہ جاتا ہے اور 'الا' تک نہیں پہنچ پاتا۔ اقبال نیطشے کے ان خیالات کو تو پسند کرتے ہیں جو شخصیت کی تعمیر و تکمیل، استحکام ذات، ضبط نفس اور عظمت انسان سے متعلق ہیں، لیکن اقبال کے ہاں خودی کے ساتھ ساتھ بے خودی کا بھی تصور ہے جو ان کے مرد مومن کے تصور کو مکمل کرتا ہے، اور اس کا رابطہ معاشرے سے، کائنات سے، اور خدا سے قائم کرتا ہے۔ ڈارون کے نظریۂ ارتقا سے پیدا ہونے والے حیوانیتِ انسان اور جبر مشیت کے تصورات کے خلاف نیطشے نے جو آواز بلند کی تھی، اقبال اس کے تو ہمنوا ہیں، اور نیطشے نے جمہوریت کی، رہبانیت کی، کمزوری و ضعیفی کی جو مذمت کی ہے وہ اس سے بھی متفق ہیں، لیکن وہ ان سب تصورات کو عین مین نہیں قبول کرتے بلکہ تعلیمات اسلام کی روشنی میں ان میں ترمیم، تنسیخ اور اضافے کرتے ہیں۔ اسی بنا پر ان کا تصور مومن نیطشے کے انسان برتر سے اس قدر مختلف ہو جاتا ہے کہ ہم کہہ اٹھتے ہیں:

به بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

خیابان اقبال، ناشر: خیبر بک ایجنسی، پشاور، ۱۹۶۶ء